خواتین کے لیے

ہمسایوں سے کدورت

محترم ابن فرید

ہمیں یاد پڑتا جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو ہماری دادی ہمیں رات کو کہانیاں سنایا کرتی تھیں (تمام ہی دادیاں اپنے بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی ہیں، یہ کوئی خاص بات نہیں ان کہانیوں میں سات شہزادیوں والی کہانی سن کر مجھے بڑا ترس آیا کرتا تھا۔ جی ہاں، ترس تو اس کہانی کو سن کر سب کو آجاتا ہے، مگر میں اس تمام کہانی میں سے صرف ایک حصہ کے بارے میں زیادہ ترس کھایا کرتا تھا...... جب بادشاہ نے اپنی ساتوں لڑکیوں سے سوال کیا کہ وہ کس کا دیا کھاتی ہیں، تو چھ لڑکیوں نے بادشاہ کی چاپلوسی کی اور کہا ہم آپ کا دیا کھاتے ہیں لیکن ساتویں لڑکی نے کہا میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا دیا نہیں کھاتی۔ بادشاہ یہ جواب سن کر دل میں بہت خوش ہوا، مگر اس نے سوچا کہ دیکھیں یہ لڑکی ہیکڑی مارتی ہے یا سچ کہتی ہے، اس کو آزمانا چاہیے، چنانچہ اس نے اسے جنگل میں ڈلوادیا۔ دادی کہتیں "نہ آدم، نہ آدم زاد، دور دور تک جنگل، جنگلی جانوروں اور پرندوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ بس ایک فقط اللہ کی ذات اور اپنی ذات بیچاری حیران و پریشان دن رات رویا کرتی"...... اس کے بعد دادی پوری کہانی سنایا کرتیں لیکن میں یہیں سے اپنی فکروں میں مبتلا ہو جاتا۔ مجھے دادی کے بیان سے زیادہ اپنے سوچنے میں دلچسپی ہوتی...... آخر وہ بیچاری رہتی کیسے ہو گی؟...... کیا پیڑوں سے باتیں کرتی ہو گی؟ اور جب پیڑ جواب نہ دیتے ہوں گے تو کیا کرتی ہو گی؟...... جب کسی سے ملنے کو دل چاہتا ہو گا تو وہ کیا کرتی ہو گی؟...... مجھے بڑا ترس آتا اس کی حالت پر!۔

آپ کو شاید ہنسی آرہی ہو، کہ لیجئے حضرت کا معلوم ہوتا ہے بچپن ہی سے دماغ کچھ چلا ہوا ہے جو بے بات کی بات سوچا کرتے ہیں۔ وہ ایک کہانی تھی کہانی میں ایسی باتیں ممکن ہو جایا کرتی ہیں، ورنہ کون بھلا ایسا بے رحم ہو گا جو اپنی لڑکی تو ایک طرف رہی بعض اوقات ہم اپنے آپ کو اور اپنے پورے خاندان کو جنگل میں بغیر کسی نیک مقصد کے (بلکہ نقصان دہ مقصد کے لیے) اپنے آپ کو اپنے گھر والوں کو پھینکوا دیتے ہیں۔

نہیں نہیں، یہ کوئی پہلی نہیں ہے!...... میں بڑی سیدھی سادی بات بیان کر رہا ہوں۔ آپ خود سوچیں کہ جس گھر کے لوگوں کی اپنے تمام پڑوسیوں سے ان بن ہو کیا وہ اسی شہزادی کی طرح جنگل میں نہ ہو گا جس سے نہ کوئی بات چیت کرنے والا اور نہ دکھ درد میں ہمدردی کرنے والا ہو گا۔ عجب کیفیت ہو گی، عجب حالت ہو گی ان گھر والوں کی!

میں مانتا ہوں کہ ایسے گھرانے تلاش کرنے سے بھی شاید پوری بستی میں دو تین بھی نہ ملیں!...... لیکن دوسری طرف تلاش کرنے سے شاید پوری بستی میں ایسے ہی گنتی کے دو چار گھرانے ملیں گے جن کے اکثر پڑوسی ان سے خوش ہوں یا شکوہ نہ رکھتے ہوں گویا اکثریت اس وقت ایسے گھرانوں کی ہے جن سے زیادہ تر ان کے پڑوسیوں کو شکایات ہوتی ہیں۔ یہ شکوے شکایت، بدمزگی میں تبدیل ہوتے ہیں اور پھر کشیدگی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں یہاں تک کہ جو دیوار دو گھروں کے بیچ میں حائل ہوتی ہیں وہ دو دلوں کے بیچ میں بھی حائل ہو جاتی ہے۔

پڑوسیوں سے تعلقات کے خراب ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ کوئی معمولی سی بات ہے کیونکہ بعض اوقات عزیزوں سے زیادہ پڑوسی قریب ہوتے ہیں۔ قریب صرف رہائش کے اعتبار سے نہیں بلکہ دن رات کے معاملات کی وجہ سے بھی یہی تو ہوتے ہیں جن سے آپ اس وقت ہنس بول کر دل بہلاتی ہیں۔ جب آپ اپنے گھر میں بیٹھی بیٹھی اکتاہٹ محسوس کر رہی ہوتی ہیں، یہی تو ہیں جو بے وقت کی ضرورت پر کام آتے ہیں، مشکل میں امداد کرتے ہیں، دکھ درد میں ہمدردی اور غم گساری کرتے ہیں۔ اگر انہیں سے دوری ہو گئی تو پھر وہی جنگل والی شہزادی کی سی کیفیت ہو جائے گی۔

بات اگر صرف یہیں تک ہوتی تو بھی ایسا کوئی نقصان نہیں تھا۔ لیکن پڑوسی تو ہماری ذات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

"اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں تو واقعی تو اچھا ہے اور اگر ہمسائے کی رائے تیرے بارے میں خراب ہے تو، تو برا آدمی ہے۔"

ذرا اس قول کو سامنے رکھیے اور پھر غور کیجئے کہ تیز آدمی ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور کہاں جائے گا سوائے ان پڑوسیوں

کے؟ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ہمسائے ہم سے اس قدر قریب رہتے ہیں کہ ان سے ہماری زندگی کا رخ پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس حدیث سے تو آپ نے یہ بھی محسوس کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے فیصلے کو وزنی قرار دیتا ہے۔ وہ بھی جب ہمارے سلسلے میں کوئی فیصلہ کرے گا تو ہمارے پڑوسیوں کی رائے کو ضرور شامل کرلے گا۔ بس اسی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک بار اپنے پڑوس کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دیکھیں کہ کہیں یہ آئینہ ہماری شکل بدنما عکس تو نہیں پیش کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے، اور اس بدنمائی کو دور کرنے کی تدبیریں کیا ہیں؟

میں نے ابھی عرض کیا ہمسایوں سے ہمارے دن رات کے معاملات ہوتے ہیں زیادہ تر یہ معاملات ہی خرابی کی جڑ بن جاتے ہیں۔ مثلاً آپ کی پڑوسن آئیں انہوں نے تھوڑا سا نمک قرض مانگا آپ نے انہیں دے دیا اور یہ امید قائم رکھی کہ یہ نمک جلد ہی واپس آجائے گا، نہیں بلکہ ابھی!...... مگر وہ پڑوسن نمک لے جاکر واپس کرنا بھول جاتی ہیں یا اگر نہیں بھولتی ہیں تو واپس کرنے میں یا بازار سے منگانے میں کاہلی کرتی ہیں۔ ادھر آپ کا انتظار ادھر ان کی تاخیر روزانہ چھوٹے معالات میں یہی ہوتا ہے آخر آپ ایک دن الجھ جاتی ہیں اور ذرا تلخ مزاجی سے پیش آتی ہیں۔

کبھی معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہوتا ہے۔ آپ اپنی پڑوسن کے یہاں سے کوئی چیز ہلدی یا مرچ وغیرہ مانگ کر لاتی ہیں، ابھی آپ کو ادھار لیے ہوئے چند گھنٹے بھی نہیں کوئی لانے والا نہیں۔" آپ سمجھتی ہیں کہ پڑوسن سے صبر نہیں ہوسکا، جیسے کوئی ان کی دو تین مرچ ہضم کرلے گا۔ آپ کھری کھری پڑوسن کو سنادیتی ہیں۔ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا ہے کہ ایسا جواب ملے گا۔ کچھ دیر تو وہ خاموش رہتی ہے لیکن پھر وہ بھی جوابی حملہ کرتی ہے، اور لیجیے اچھی خاصی گھمسان کی لڑائی ہوگئی۔

اب ذرا ان دو حادثوں پر غور کیجیے اور دیکھیے کہ پانی کہاں مرتا ہے۔ غلطی کس کی طرف سے ہے، کمزوری کس نے دکھائی ہے؟ بہت کچھ غور کرنے کے بعد میری انگلی آپ ہی کی طرف اٹھتی ہے۔ آپ اسے زیادتی کہتی ہیں تو کہیں! لیکن ٹھنڈے دل سے میری بات پر غور کیجیے۔ ایک مشہور کہاوت ہے کہ "بھلائی کی ابتداء اپنے گھر سے کرو" مگر یہاں بات بالکل الٹ گئی ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ خیر اور بھلائی دوسری طرف سے ہی ہوتی رہے؟ کیا آپ ہمیشہ ہی اس کا انتظار کرتی رہیں گی کہ پہلے دوسرا اصلاح کی طرف قدم بڑھائے تب آپ بھی وہ راستہ اختیار کریں گی؟ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرا اپنی اصلاح نہ کرے تو کیا آپ بھی نہ کریں گی؟...... سوچیے خوب سوچیے، یہ کہاں کا انصاف ہے ہم غلط طریقے سے اس وجہ سے نہ ہٹیں کہ دوسرے نہیں ہٹ رہے ہیں۔

اب اصل بات کی طرف توجہ دیجیے۔ پڑوسن نے اگر قرض کی چیز ادا کرنے میں بے توجہی سے کام لیا تھا، تو آخر وہ کون سی ایسی بڑی قیمتی چیز تھی جس کی وجہ سے آپ کا اتنا بڑا خسارہ ہوا جارہا تھا۔ آپ کو تو بہترین موقع ملا تھا کہ جب آپ ان سے کوئی چیز لیتیں تو اسے ادا کرتے وقت بڑی حکمت سے یہ سمجھا دیتیں کہ قرض کے سلسلے میں محتاط رہنا کیوں ضروری ہے۔ آپ انہیں یہ بھی بتا سکتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ قرض دار کو بخشتا نہیں چاہے وہ قرض چھوٹا ہو یا بڑا۔

مگر یہاں عورتوں کی طبیعت کے سلسلے میں بھی کچھ عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہماری خواتین ضرورت سے زیادہ نازک مزاج ہوتی ہیں۔ بعض اوقات آپ ان سے محبت اور خلوص کے ساتھ کوئی نیکی کی بات کہیں، تو وہ سمجھتی ہیں کہ آپ ان پر طنز کر رہی ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کی بات کا الٹا اثر لیتی ہیں۔ آپ سے الجھ جاتی ہیں میں سمجھتا ہوں اس کمزوری کی وجہ ہماری خواتین کی عام روش ہے، وہ زیادہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اپنے تیر و نشتر شکر میں لپیٹ کر رکھ چھوڑتی ہیں، اور جب موقع ملتا ہے تو دیکھیے، لہجہ بڑا نرم، بات بڑی میٹھی لیکن اندر ہی اندر سے کلیجہ کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔ چونکہ عام طور سے عورتوں کا وطیرہ یہی ہوتا ہے اس لیے تمام عورتیں ہوشیار رہتی ہیں، اور اکثر اوقات بے بات کی بات پیدا کرلیتی ہیں۔

میری گزارش ہے کہ اس تباہ کن روش کے خلاف آپ جدوجہد کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوں۔ اپنے پڑوسیوں کو اپنے اعتماد میں لے لیں۔ انہیں یہ اعتبار دلادیں کہ آپ جو بات کہہ رہی ہیں خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ کہہ رہی ہیں۔ اس کے لیے آپ کو وعظ کہنے یا لیکچر دینے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ آپ کا مستقل عمل اور ان کی بدگمانیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ان کی چھوٹی چھوٹی زیادتیوں کو برداشت کرلینا، اور نظر انداز کردینا ہی ان کو آپ کے بارے میں خوش گمان کردے گا۔

یہ بات درمیان میں آگئی تھی، مگر آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ یہ اصل بات سے بھی متعلق ہے۔ جب آپ بدگمانیوں کو راہ نہ دیں گی تو وہ نہ تو پڑوسن کو آپ سے الجھنے کا موقع ملا گا اور نہ آپ پڑوسن کے تقاضے پر بدگمان ہوجائیں گی، بلکہ اب ضرورت واقعتاً ضرورت محسوس کی جائے گی۔ کیونکہ

دل سے کاٹ کپٹ دور ہو چکی ہو گی۔

بعض اوقات ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ ایک قیمتی چیز کو بے حقیقت چیز کے لیے قربان کر دیا جاتا ہے۔ قیمتی چیز سے میری مراد تعلقات ہیں، اور بے حقیقت چیز سے تمام وہ چیزیں جو دوبارہ حاصل کی جا سکتی ہیں۔ آپ کا شیشے کا گلاس آپ کی پڑوسن کے یہاں استعمال کے لیے جاتا ہے، وہ کسی بداحتیاطی کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ چار آنے کا دوسرا گلاس منگوا سکتی ہیں، مگر نہیں!...... آپ کو اس قدر صدمہ ہوتا ہے کہ آپ پڑوسن پر برس پڑتی ہیں۔ اسے ہزاروں باتیں سنا دیتی ہیں۔ گلاس تو ٹوٹا ہی تھا دل بھی ٹوٹ گئے۔ مگر کیا یہ ٹوٹے ہوئے دل بھی آپ دوبارہ منگوا سکتی ہیں کہیں سے؟

گلاس اگر آپ ہی کے گھر میں ٹوٹا ہوتا تو آپ کس سے لڑنے جاتیں؟ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے یہی سوچ لیتیں تو زیادہ اچھا ہوتا۔ ٹھیک ہے کہ اگر اس طرح نقصان ہوتے رہے تو کیا ہوگا؟ کہاں سے آئے گا کہ روز روز گلاس خرید کر رکھے جائیں؟ لیکن اسلام تو آپ کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ روزمرہ استعمال کی چیزیں دوسروں کو استعمال کے لیے دینے سے انکار نہ کرو مجھے اس ہدایت میں بڑی اچھائیاں نظر آتی ہیں۔ ہمارے بہت سے پڑوسی ایسے ہوتے ہیں جو اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ ضرورت کی تمام چیزیں خرید سکیں یا خرید کر گرہستی میں رکھ سکیں، بلکہ اکثریت تو ایسے پڑوسیوں کی ہوتی ہے جو روزمرہ کی چیزیں بھی نہیں خرید سکتے۔ اب اگر ان کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو کیا وہ اسے خرید سکیں گے؟ کیسے خریدیں گے جبکہ ان کے ہاتھ پہلے ہی سے بندھے ہوئے ہیں؟...... مجبور ہو کر وہ کسی سے تھوڑی دیر کے لیے استعمال کی غرض سے مانگنے ہی جائیں گے۔ لیکن آپ کے انکار کر دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس چیز سے محروم ہو جائیں۔ ناچار وہ اپنے گھر بیٹھ رہیں گے، ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ کبھی کبھار ان کے یہاں مہمان آیا تو وہ مانگ کر بھی اسے ڈھنگ کے برتن میں پانی نہ پلا سکے۔ ایک طرف ان کی دل شکنی اور دوسری طرف آپ کا ایک نیک کام سے محروم رہ جانا دونوں ہی بڑی اہم باتیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہمیں ان کا لحاظ کرنا چاہیے ورنہ سراسر ہمارا ہی نقصان ہے۔

جہاں ایک طرف ہم اپنی چیزیں دوسروں کو استعمال کے لیے دینے میں کنجوسی سے کام نہ لیں، وہاں دوسری طرف ہمارا بھی طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ دوسروں کی چیزیں احتیاط سے استعمال کریں۔ عام طور سے مانگ کر لائی ہوئی چیزیں بڑی بداحتیاطی سے استعمال کی جاتی ہیں۔ احتیاط کیوں نہیں کی جاتی؟...... دل میں سوچ لیا جاتا ہے کوئی اپنی چیز تو ہے نہیں ہو جانے دو خراب؟...... خیانت میں شمار کرتا ہوں کہ آپ کسی سے کتاب پڑھنے کے لیے لیں اور اس کی اجازت کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف آپ اس کے ورق موڑ دیں جگہ جگہ سطریں کھینچ دیں۔ بداحتیاطی اور خیانت اس قدر عام ہو گئی ہے کہ دوسرے کی چیز کو خراب کر دینا کوئی بری بات نہیں سمجھی جاتی ہے۔ اسے ختم ہونا چاہیے!......

دوسروں کی چیزیں بداحتیاطی سے استعمال کرنے میں بعض اوقات انتقام کا جذبہ بھی کام کیا کرتا ہے۔ فلاں کا یہاں میرا گلاس گیا تھا توڑ ڈالا اچھا ہوا جو اس کی پیالی بچے نے پٹخ کر توڑ ڈالی، میں سمجھتا ہوں اس طرح کبھی نہ انتقام کا جذبہ ختم ہوگا اور نہ اپنی پرانی چیزیں محفوظ رہ سکیں گی۔ اور اگر چیزیں محفوظ رکھنے کی فکر کی گئی تو تعلقات پارہ پارہ ہو جائیں گے۔

ہمارے بعض پڑوسیوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ اپنی ضرورت پڑتی ہے تو فوراً بھاگے ہوئے آتے ہیں "اے بہن پچیس روپے ہوں تو دے دو، بچے کے لیے دودھ منگانا ہے۔" آپ نے پچیس روپے دے دیئے، لیکن جب آپ کو ضرورت ہوئی اور آپ ان سے ایک گرہ کپڑا مانگنے گئیں تو جلدی سے انہوں نے اپنی بکسی سمیٹ اور ٹکا سا جواب دے دیا "میرے پاس تو نہیں!" یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمیں احسان کر کے اس کے بدلے کی فکر نہیں کرنی چاہیے مگر خود ہمارا معاملہ کیا ہو؟ کیا ہم بھی اس کو اپنے لیے اصول بنا لیں کہ ہم دوسروں کے احسان کے بدلے کی فکر نہ کریں گے کیونکہ احسان کا بدلہ نہ دینا چاہیے؟ یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہو گی۔ ہمارے پڑوسی اگر ہمارے ساتھ ایسا رویہ رکھتے ہیں تو ہمیں ضرور فراخ دل ہونا چاہیے، مگر خود ہمیں احسان فراموش نہ ہونا چاہیے، کیا معلوم کب کس کے دل کو بات بری لگ جائے اور وہ اپنی بے بسی پر ہماری طوطا چشمی کو بداخلاقی سمجھنے لگے۔ اگر کہیں ایسا ہو گیا تو پھر اس کے دل میں اس طرح کدورت بیٹھ جائے گی جس طرح دوسروں سے بدلے کی امید میں ہمارے دلوں میں کدورت بیٹھ جاتی ہے۔

پڑوسیوں سے ایک بڑی ہی عجیب کدورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے خوش حالی نصیب کی ہے تو ہم کو اس سے حسد ہو جاتی ہے۔ کسی کو اچھا رشتہ مل جاتا ہے تو ہمیں کڑھن ہو جاتی ہے۔ غرض پڑوسی کا ہر سکھ یا چین ہمارے لیے دکھ اور عذاب بن جاتا ہے۔

ہمیں اپنے پڑوسی سے اس قدر حسد اور جلن کیوں ہو؟...... آخر اس ناپسندیدہ جذبے کو پروان چڑھانے سے ہمیں کیا مل جائے گا؟...... ہم یہ مانتے ہیں کہ جب ہمارے پاس پڑوس میں کوئی شخص کسی اچھے وقت کا منہ دیکھتا ہے تو دل کو بے اختیار تمنا ہوتی ہے، کاش یہ اچھا وقت ہمارے حصے میں آیا

ہو تا۔ مگر جب ہم کو احساس ہو تا ہے کہ نہیں یہ تو وہم ہے، حقیقت کچھ اور ہے تو ہمیں ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کسی قصد اور ارادے سے نہیں ہو تا بلکہ ہماری فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کی بڑی پیاسی رہتی ہے۔ اسے اس کی ہر وقت ہی طلب رہتی ہے۔ چنانچہ اس کی نظر فوراً خیر وفلاح پر پڑتی ہے۔ اب چونکہ ہماری نظروں میں خیر وفلاح صرف دنیا کی خوش حالی ہوتی ہے۔ اس لیے ہم ہر وقت دنیا ہی کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے ہیں، اور جب یہ خوش حالی نظروں کے سامنے کسی اور کو میسر آجاتی ہے تو ہم اپنی جگہ پر کڑھتے ہیں ابتداء ہی میں چونکہ ہم نے غلط راہ اختیار کی تھی (صرف دنیا کی خوش حالی پر نظر رکھی تھی) اس لیے یہ حسد اور جلن بھی غلط اور مضر ہی ہوتی ہے ہم اپنی تسکین کے لیے یہ چاہتے ہیں (ایک بار پھر عرض کردوں کہ اس میں ارادہ اور اختیار کو دخل نہیں) کہ کسی طرح اپنے پڑوسی کو بھی اس خوش حالی سے محروم کردیں۔ چنانچہ ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، اس میں کیڑے نکالنے لگتے ہیں۔ بلاوجہ دوسروں سے اس کی برائیاں کرنے لگتے ہیں۔ اس سے ہمیں کیا ملا۔ اپنی آخرت خراب ہوئی، اور اگر پڑوسی کو نقصان پہنچ گیا تو ایک خوش حال پڑوسی کی ہم سائیگی سے محروم ہوگئے۔ شروع سے آخر تک نقصان ہی نقصان ہے۔ ہمیں تو اس کدورت کو پرورش دینے سے زیادہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کی خوشی میں برابر کے شریک ہوں۔ اگر وہ خوش حالی کی زندگی گذار رہا ہے تو ہم اس کے لیے اور اپنے لیے دعا کریں، اس سے تعلقات اچھے رکھیں تاکہ ہمارے تعلق کی وجہ سے وہ بھی اسی راہ پر قائم رہے جس پر ہم قائم ہیں...... میری مراد اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری سے ہے!

ایک بے وجہ کی مخاصمت بھی پڑوسیوں سے ہوجایا کرتی ہے...... آپ کو فکر ہوگئی ہوگی آخر کش مکش کی یہ کون سی شکل ہے؟...... عرض ہے کہ یہ بالکل ناقص اور گناہ بے لذت قسم کی صورت حال ہے...... آپ کے پڑوس میں جس بے چارے کا بھی گھر ہے آپ اس کو اپنے مرتبے کا انسان نہیں مانتی ہیں۔ کسی کو آپ ذات کے لحاظ سے کمتر سمجھتی ہیں، کسی کو پیشے کے لحاظ سے حقیر سمجھتی ہیں کسی کو مال و دولت کے لحاظ سے ادنیٰ سمجھتی ہیں، غرض کوئی بھی آپ سے میل نہیں کھاتا۔

انسان کے اندر ایک دبی دبی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے نمایاں اور افضل ثابت کرے۔ یہ خواہش اگر غلط راہ اختیار کرتی ہے تو اوپر بیان کی ہوئی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو اسے اس لیے عطا کیا ہے کہ لوگ جب ایک دوسرے سے مقابلہ کریں تو ان کا مقابلہ حق کے لیے ہو، خیر کے لیے ہو، بھلائی کے لیے ہو، غلط روی اور دنیا پرستی کے لیے نہیں! چنانچہ اس وجہ سے اس نے فرمایا:

"بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ ہے جو پرہیز گار (تقویٰ کرنے والا) ہو۔"

وہ ذات پات، روپیہ پیسہ، شان وشوکت، حسب ونسب کسی چیز کو بھی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کے لیے یہ ساری طرح کی بڑائیاں بالکل بے کار ہیں۔ وہ تو صرف انہیں بلند مرتبہ اور افضل قرار دیتا ہے جو اس کی راہ میں آگے بڑھ جانے والے، اس سے خوف کھانے والے، اور حق کو قبول کرنے والے ہیں۔

دونوں طرح کی فضیلتوں کا آپ مقابلہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ وہ تمام بڑائیاں جو ہمارے نفس سے تعلق رکھتی ہیں، جو دنیا کے دکھاوے کے لیے ہیں، ان میں ہم ایک دوسرے کے دشمن اور بدخواہ بن جاتے ہیں، کیونکہ اگر ایسا نہ کریں گے تو کیا معلوم کون دنیا والوں کی نگاہ میں بازی لے جائے، لیکن اگر ہم اس کی بنیادیں کھوکھلی کرتے رہیں گے تو وہ ہم سے اونچا نہ اٹھ پائے گا۔ اس کے برخلاف وہ بڑائی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور خوشی کے لیے اختیار کی جائے اس میں ہم دوسروں کے ہمدرد اور غم گسار بننے کے لیے مجبور ہوں گے، کیوں کہ صرف اسی طرح ہم حقوق العباد، یعنی بندوں کے حقوق ادا کرسکیں گے، اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھ سکیں گے۔

جی ہاں، حقوق العباد کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے کسی پڑوسی کو حقیر نہ جانیں خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ جب ہمارا یہ عمل ہوگا تو ہمارے پڑوسی بھی بددل نہ ہوں گے، ان کے خلوص اور محبت میں اضافہ ہوگا۔ اور ہمارے دست وبازو بن جائیں گے۔

سہیلیوں کو بھی میں پڑوسیوں ہی میں شمار کرتا ہوں، کیونکہ عام طور سے یہ ناممکن ہوتا ہے کہ آپ کے محلے میں آپ کی کوئی سہیلی نہ ہو۔ فرق صرف اتنا ہوسکتا ہے کہ کسی دور کی سہیلی سے آپ کے تعلقات اور مراسم زیادہ ہوں اور پاس پڑوس کی سہیلی سے کم ہوں۔ سہیلی آپ کسی لڑکی کو اسی شکل میں بناتی ہیں کہ اس کے اور آپ کے مزاج میں یکسانیت ہو۔ اور اگر بالکل ایسا ہی نہ ہو تو کم از کم ایسا ہو۔ مگر رشتہ ایسا نازک ہوتا ہے کہ جب تک نبھتی رہتی ہے تو ایک جان دو قالب کی طرح نبھتی ہے۔ اور جب ٹھن جاتی ہے تو اتنی شدید دشمنی بھی ہوجاتی ہے۔

آپ جب کسی اپنی ہم عمر خاتون کو سہیلی بناتی ہیں، تو آپ کی خواہش یہ ہوتی ہے (خواہ آپ کو اس کا علم بھی نہ ہو) کہ زیادہ محبت کرے آپ کا

زیادہ سے زیادہ خیال رکھے، آپ کے لیے زیادہ سے زیادہ قربانیاں دے، آپ کے مزاج اور کیفیت کی ہر تبدیلی کو ہنسی خوشی برداشت کرے، گویا وہ آپ کے لیے ہے، آپ اس کے لیے نہیں!۔اور دوسری طرف یہی تمنا آپ کی سہیلی کی بھی ہوتی ہے۔جب تک یہ خواہش اور تمنا دبی دبی سی رہتی ہے محبت اور خلوص میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ مگر جہاں دونوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ احساس ہوا کہ آپ کی سہیلی تو یہ چاہتی ہے کہ آپ اس کے لیے مر مٹیں اور وہ آپ کے لیے ایک پھانس کی تکلیف بھی برداشت نہ کرے، بس کیجئے یہیں سے دل پھٹنے لگے ہیں۔ اور کشیدگی شروع ہو جاتی ہے...... جہاں کسی معمولی بات کا سہارا ملا، ان بن ہو گئی۔

اس سے کیا فائدہ؟......اپنے دشمنوں میں اضافہ کرنے سے تو بہتر یہ ہے کہ کسی کو دوست نہ بنائیے!......نہ آپ کسی کو سہیلی بنائیں گی، اور نہ وہ آپ کی نازک مزاجی کی وجہ سے آپ کی دشمن بنے گی۔ لیکن اگر آپ سہیلی بنانا ہی چاہتی ہیں تو اس سے ایثار اور قربانی کی توقع کرنے کے بجائے خود کو ایثار و قربانی کے لیے تیار کیجئے۔

ہمسایوں سے جھگڑے کا ایک سب سے بڑا سبب گھر کے بچے ہوتے ہیں۔ ابھی کل ہی اخبار دیکھ رہا تھا۔ ایک خبر پر نظر پڑی۔ عنوان آپ بھی سن لیں "بچوں کے جھگڑے میں بڑے شریک، چھ افراد زخمی۔" سن لیا آپ نے! ان بچوں کی وجہ سے کیا نہیں ہو جاتا۔ مگر اس کی ذمہ داری زیادہ تر بڑوں پر ہوتی ہے۔ میں اس سے پہلے بچوں کے جھگڑے کے سلسلے میں عرض کر چکا ہوں کہ بچے اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتے ہیں، انہیں جو کچھ پسند آ جاتا ہے اس پر اس قدر زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ تالیاں پیٹ پیٹ کر اچھلنے لگتے ہیں اور جو چیز ان کی طبیعت کے خلاف ہو جاتی ہے اس پر ایڑیاں رگڑ کر رونے لگتے ہیں......اور اگر یہ معاملہ بچوں ہی میں ہو تو آپس میں الجھ جاتے ہیں، لڑ پڑتے ہیں، ہاتھاپائی ہو جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان جھگڑوں کو بچے بڑی جلدی بھول بھی جاتے ہیں۔ اور ہم روز ہی دیکھتے ہیں کل آپس میں ڈھیلے بازی کرنے والے بچے آج ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے گھوم رہے ہیں اور انتہائی دوستانہ گفتگو کر رہے ہیں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ اگر ان بچوں کے لڑائی جھگڑے کو اہمیت دینے لگیں تو روز ہی کسی نہ کسی سے سر پھٹول ہوا کرے۔ بچوں کے جھگڑے پر خود بھی طیش میں آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بھی اپنے جذبات کو بچوں کے جذبات سمجھ لیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے، بچوں کے برخلاف ہماری جنگیں تو بڑی پائیدار ہو جاتی ہیں۔ بچے خواہ پھر دوست ہو جائیں مگر ہم میل محبت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ غور کیجیے بچوں کا اس میں کیا نقصان ہوا؟ سراسر آپ ہی خسارے میں ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اگر بچوں کے جھگڑے کو بچوں تک ہی محدود نہ رکھا جائے تو وہ نوبت آئے گی جو کل کی خبر میں میں نے بیان کی ہے۔ ضروری نہیں کہ ساری خطا آپ کے پڑوسی ہی کے لڑکے کی ہو، اور آپ کے بچے نے کچھ نہ کیا ہو۔ بچے تو جب بھی آپ سے کوئی شکایت کرنے آئیں گے تو خود کو بے خطا ہی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے ورنہ وہ جانتے ہیں کہ الٹا ڈانٹ انہیں پڑے گی۔ اس لیے آپ کا فرض ہے کہ پہلے اپنے بچے کو سمجھائیں اور اگر اندازہ ہو کہ زیادتی آپ ہی کے بچے کی ہے تو اسے سرزنش بھی کریں۔ پڑوسی کے لڑکے کی فکر آپ نہ کریں اس کی اصلاح کا فرض اس کے والدین پر ہے، زیادہ سے زیادہ بڑی ہی پیار کے ساتھ اسے بھی سمجھادیں، مگر اس کا خیال رکھیں کہ آپ کی آنکھیں غصہ کی وجہ سے سرخ نہ ہوں، آپ کی پیشانی پر شکنیں نہ ہوں، اور آپ کی یہ ہدایت آپ کی پڑوسن کو ناگوار نہ گزرے۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات کا بھی خطرہ ہو تو اس وقت ٹال جائیے پھر کبھی دیکھا جائے گا۔ البتہ اپنے لڑکے کی طرف فوری توجہ دیں۔

یہ سب باتیں تو اس صورت کے لیے ہیں جب بنی ہوئی بات بگڑ جائے لیکن آپ کا اصول تو یہ ہونا چاہیے کہ آپ پہلے ہی سے اپنے تعلقات اچھے رکھیں، اور ہر وقت اس کی کوشش کرتی رہیں کہ ان میں خرابی نہ آنے پائے۔ اس کے لیے اسلام چند طریقے بتاتا ہے۔ آپ بھی غور کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قریب اور دور کے پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی کرو۔" نبی کریم ﷺ نے ہدایت کی ہے: "جب بھی کچھ پکاؤ تو اس میں ہمسائے کا خیال رکھو۔" "پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کسی تحفہ کو حقیر نہ سمجھے۔ ہمسائے کو تکلیف نہ دے...... بھلی بات کہے ورنہ چپ رہے۔ اللہ کے یہاں وہ پڑوسی بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے۔

بہت سی باتوں میں سے یہ چند باتیں ہیں جن پر اگر ہمارا عمل ہونے لگے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت دنیا ہی میں نصیب ہو جائے گی۔ ہمارے تعلقات خوشگوار ہو جائیں، اور ہم اپنے پڑوسیوں میں اپنے عزیزوں کی محبت اور انس محسوس کرنے لگیں۔ ہمارا اپنا عمل ہی دوسروں کے عمل کو متعین کرتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کریں۔ ☆☆